سوال

(39)ناگزیر صورت میں جان لیوا دوا کا استعمال

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اگر کوئی مریض ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہے اور اس کی حالت ناقابل دید ہے تو کیا یہ بات جائز ہے کہ کسی دوا کے ذریعے سے اس کی جان لے لی جائے۔ جان لینے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ مریض کو ایسی دوا یا انجکشن دیا جائے جو رفتہ رفتہ اس کی جان لے لے اور دوسری یہ کہ اس کا علاج بند کردیا جائے اور علاج نہ ہونے کی وجہ سے مریض خود ہی دم توڑدے۔ مثلاً فرض کیجیے کہ کوئی شخص کینسر کا مریض ہے اور وہ اتنی شدید تکلیف میں مبتلا ہے کہ وہ بار بار بے ہوش ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر کو یقین ہے کینسر کا یہ مرض اب اس کی جان لے کر ہی چھوڑے گا تو کیا ایسی صورت میں اسے کوئی ایسی دوا دی جاسکتی ہے جو رفتہ رفتہ اس کی جان لے لے؟ یا کوئی بچہ پیدائشی طور پر ناقص الجسم (Abnormal) ہے۔ اس کی ساخت غیر فطری ہے۔ دماغی طور پر وپ مفلوج ہے اور اس کے پھیپھڑے بھی خراب ہیں۔ مصنوعی علاج (Artificialtreatment) کے ذریعے اسے طویل عرصے تک زندہ رکھا جاسکتا ہے لیکن یہ علاج کافی مہنگا ثابت ہوسکتا ہے۔ علاج نہ ملنے کی صورت میں یقینی ہے کہ بچہ خود بہ خود مر جائے گا۔ کیا ایسی صورت میں یہ مصنوعی علاج ضروری ہے یا اس بات کی گنجائش ہے کہ اس کا علاج بند کردیا جائے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

پہلی صورت یا پہلی مثال میں آپ نے جان لینے کی جو ترکیب لکھی ہے وہ یقیناً شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خواہ (Slowpoison) کے ذریعے جان لی جائے یا الیکٹر شاک کے ذریعے یا کسی اور دوسرے ذریعے سے بہر حال قتل ہے۔ انسان کی جان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے اور یہ حق صرف اللہ ہی کو حاصل ہے کہ وہ کسی کی جان لے۔

جان لینے کی دوسری صورت جو آپ نے لکھی ہے اس سلسلے میں کچھ کہنے سے قبل یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ فقہائے کرام کی اکثریت کے نزدیک مرض کا علاج کرانا شرعاً واجب اور ضرور نہیں ہے بلکہ علماء کے درمیان اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ مریض کا علاج کرانا افضل ہے یا بیماری صبر کرنا۔ بعض علماء کے نزدیک بیماری پر صبر کرنا اور علاج نہ کرانا افضل ہے۔

بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت سر کے شدید درد میں مبتلا تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور درخواست کی کہ اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے شفایابی کی دعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم چاہو تو اپنی بیماری پر صبر کرو اور اس کے بدلے میں جنت کی حق دار بنو اور چاہو تو میں تمھارے لیے دعا کروں اور اپنے اس مرض سے نجات پاجاؤ اس عورت نے کہا پھر تو میں اپنی بیماری پر صبر کروں گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین اور تابعین عظام میں بہت سے ایسے بھی تھے جو بیماری کا علاج نہیں کراتے تھے کسی نے ان کا اس بات پر مواخذہ بھی نہیں کیا۔ اگر علاج کرانا واجب ہوتا یہ لوگ ضرور علاج کراتے۔

میری اپنی رائے بھی یہی ہے کہ علاج کرانا واجب نہیں ہے۔ الایہ کہ مرض خطرناک ہو اور علاج کرانے سے شفایابی کے روشن امکانات ہوں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہی ہے کہ مرض کی حالت میں خود بھی علاج کراتے تھے اور دوسروں کو بھی علاج کرانے کا مشورہ دیتے تھے۔

البتہ اگر صورت حال ایسی ہو کہ علاج سے شفایابی کے امکانات صفر ہوں تو ایسی صورت میں علاج کرانا نہ ضروری ہے اور نہ مستحب۔ اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مریض جسے مصنوعی طریقوں سے زندہ رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسے ان مصنوعی طریقوں سے زندہ رکھنا شریعت کی نظر میں نہ واجب ہے اور نہ مستحب بلکہ اس کے برعکس اس کا علاج بند کردینا زیادہ بہتر ہے۔ اس طرح علاج بند کردینے سے اگر مریض کی موت ہوجاتی ہے تو اسے قتل میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ مصنوعی طریقے سے اسے زندہ رکھنا اس کے مرض کی مدت میں اضافہ کرنا ہے۔ اور یہ مصنوعی طریقے اتنے مہنگے ہیں کہ عام آدمی ان اخراجات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ ان مہنگے مصنوعی طریقوں کا استعمال کتنے دنوں تک چلتا رہے گا۔ ایسی صورت میں میری رائے میں بہتر یہی ہے کہ مریض کا علاج بند کردیا جائے تاکہ وہ اپنی طبعی موت مرسکے۔

دونوں صورتوں میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں مریض کو جان بوجھ کر ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے یہ قتل میں شمار ہوگا۔ جب کہ دوسری صورت میں مریض کو مارنے کی کوشش نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس کا علاج بند کردیا جاتا ہے اس لیے اسے قتل میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس بنا پر پہلی صورت ناجائز اور حرام ہے اور دوسری صورت جائز اور مباح

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

طبی مسائل، جلد:2، صفحہ:253

محدث فتویٰ